OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
mei.aiou.edu.pk
iri.aiou.edu.pk

احکامِ الٰہی میں تیسیر اور سہولت: نبوی اسالیب کا تحقیقی جائزہ

(Facilitation in Divine Teachings: A research Study of Prophitic mathods)

*محمد افضل
لیکچرار، گورنمنٹ ڈگری کالج فار بوائز، شالیمار ٹاون، چائنہ سکیم، لاہور

**حافظ طاہر اسلام
لیکچرار، شعبہ فکر اسلامی، تاریخ و ثقافت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ABSTRACT

The Holy Prophet (PBUH) took a great interest in the welfare of people and had great compassion for people in trouble. The Prophet *Muhammad* (PBUH) imitated the attributes of Allah par excellence and translated them into practice in the highest form possible for man. The Prophet Muhammad (PBUH) taught love, kindness and compassion to his people, and was seen to be the most loving, kind, and compassionate of all of them. Many instances show his kindness and gentleness, especially to the weak and the poor. He always tried to create the aspect of easiness and feasibility in practicing religious obligations. If he ever found that there might be some hurdle due to certain circumstances or conditions in performing some rituals, he allowed performing it leniently. The present paper highlights those aspects in which Prophet *Muhammad* (PBUH) created some easiness with reference to performing religious obligations.

Keywords: easiness, feasibility, religious obligations

اسلام ایک آسان اور لچکدار دین ہے، جو ہر زمان و مکان کے مناسب اور ہر ماحول سے موافقت رکھتا ہے۔ اس میں انسانی فطرت کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ چونکہ فطری طور پر سب انسان طاقت، صحت، عمر، موسم اور احوال کے اعتبار سے برابر نہیں ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام میں اصل احکام کے ساتھ کچھ رخصتیں رکھ دی ہیں، تاکہ طاقتور اور کمزور لوگوں کے لیے دینی احکام کے مطابق زندگی گزارنا اور عمل کرنا آسان رہے۔ رخصت، سہولت اور آسانی پر مبنی احکام اسلام کے دینِ فطرت ہونے کی دلیل ہیں۔ اسلام نے بعض مواقع پر ان رخصتوں پر عمل کی ترغیب بھی دی ہے تاکہ رخصتوں کو اختیار کرنا کسی کی نظر میں معیوب نہ ہو۔ حافظ ابن قیم نے شریعت اسلامیہ کی آسانی اور سہولت کو یوں بیان فرمایا:

"فإن الشريعة مبناها وأساسها على الحكم ومصالح العباد في المعاش والمعاد وهي عدل كلها ورحمة كلها ومصالح كلها وحكمة كلها فكل مسألة خرجت عن العدل إلى الجور وعن الرحمة إلى ضدها وعن المصلحة إلى المفسدة وعن الحكمة

إلى العبث فليست من الشريعة وإن أدخلت فيها بالتأويل فالشريعة عدل الله بين عباده ورحمته بين خلقه وظله في أرضه وحكمته الدالة عليه وعلى صدق رسوله ص أتم دلالة وأصدقها وهي نوره الذي به أبصر المبصرون وهداه الذي به اهتدى المهتدون وشفاؤه التام الذي به دواء كل عليل وطريقه المستقيم الذي من استقام عليه فقد استقام على سواء السبيل فهي قرة العيون وحياة القلوب ولذة الأرواح فهي بها الحياة والغذاء والدواء والنور والشفاء والعصمة وكل خير في الوجود فإنما هو مستفاد منها وحاصل بها وكل نقص في الوجود فسببه من إضاعتها ولولا رسوم قد بقيت لخربت الدنيا وطوي العالم وهي العصمة للناس وقوام العالم وبها يمسك الله السماوات والأرض أن تزولا فإذا أراد الله سبحانه وتعالى خراب الدنيا وطي العالم رفع إليه ما بقي من رسومها فالشريعة التي بعث الله بها رسوله هي عمود العالم وقطب الفلاح والسعادة في الدنيا والآخرة"[1]

(شریعت کی اساس وبنیاد حکمت پر اور بندوں کے معاشی و معادی (دنیاوی واخروی) مفادات پر قائم ہے۔ شریعت کلیۃً عدل، ہمہ تن رحمت اور سراپا حکمت ہے۔ پس جو مسئلہ بھی عدل سے نکل کر ظلم کی طرف یا رحمت سے عدم رحمت کی طرف، یا اصلاح سے فساد کی طرف، یا حکمت سے نامعقولیت کی طرف جارہا ہو، وہ شریعت نہیں اگرچہ اسے بدلائل (کھینچ تان کر) داخل شریعت کر لیا گیا ہو۔ شریعت تو اللہ تعالیٰ کا ایک نظام عدل ہے اور نظام رحمت ہے جو اس کے بندوں اور اس کی مخلوق کے درمیان رائج کرنے کو دیا گیا ہے۔ زندگی ہو یا غذا و دوا، نور ہو یا شفا اور تحفظ سب کا سرچشمہ شریعت ہی ہے۔ وجود میں جو بھی خیر ہے وہ اسی سرچشمہ سے اور اسی کی بدولت حاصل ہوتی ہے اور وجود میں ہر قسم کا نقصان شریعت ہی کو ضائع کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو جو شریعت دے کر بھیجا ہے وہی قیام عالم کے لیے ستون ہے اور وہی دنیا و آخرت میں فلاح وسعادت کا مرکز ہے)۔

انسان طبعاً تھکاوٹ، حرج، مشقت اور تنگی کو ناپسند کرتا ہے اور آسانی، گنجائش، وسعت، رخصت، تخفیف اور سہولت انسان کی مرغوبات ہیں، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لیے احکامِ الٰہی کی تبیین و تشریح کرتے وقت امت کے حق میں تیسیر، آسانی اور سہولت کو ملحوظ رکھا تاکہ دین اسلام کے احکام کی پیروی امت مسلمہ کے لیے آسان ہو اور احکام کی بجاآوری میں کسی قسم کی دقت اور مشقت کا سامنا نہ ہو۔ آپ نے امت مسلمہ کے لیے تیسیر اور سہولت پیدا کرنے کے لیے جن اسالیب، انداز اور طرق کو اختیار فرمایا ہے ان کا جاننا انتہائی ضروری ہے تاکہ

عصر حاضر میں ان اسالیب کی روشنی میں امت مسلمہ کی راہنمائی کی جا سکے۔ احکام الٰہی میں آسانی و سہولت کو پیدا کرنے اور مشقت و تنگی کے خاتمہ کے لیے آپ ﷺ نے جو اسالیب اختیار کئے ہیں ان میں سے چند ایک کو حسب ذیل سطور میں بالاختصار بیان کیا جاتا ہے:

مشقت اور تنگی میں آسانی و سہولت کی طرف راہنمائی

عبادت اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان قرب کا ذریعہ ہے، اس میں رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت پر مہربانی اور شفقت کرتے ہوئے آسانی اور رخصت عنایت فرمائی ہے، کہ امت مسلمہ عبادت جیسے اہم فریضہ میں بھی تیسیر اور سہولت سے فائدہ اٹھا سکے۔ آپ ﷺ کا لوگوں کے لیے عبادت میں آسانی، سہولت اور تیسیر پیدا کرنے کا اسلوب یہ تھا کہ جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ کسی عبادت کی ادائیگی میں لوگ مشکل اور تنگی محسوس کر رہے ہیں تو آپ ﷺ نے اس میں تخفیف یا رخصت کا پہلو بیان کر دیا۔

عمران بن حصینؓ نے رسول اکرم ﷺ سے اپنی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے دریافت کیا کہ میں نماز کی ادائیگی کیسے کروں تو آپ ﷺ نے ان کی دشواری اور مجبوری کو دیکھتے ہوئے فرمایا:

"صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ"[۲]

(کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھ لو)۔

جہاں رسول اللہ ﷺ نے بیمار کے لیے سہولت اور آسانی پیدا فرمائی وہاں آپ ﷺ نے مسافر کے لیے بھی نماز کی ادائیگی میں تخفیف فرما دی، حدیث میں ہے:

"كان رسول الله صلى الله عليه و سلم إذا خرج من أهله مسافرا صلى ركعتين حتى يرجع إلى أهله"[۳]

(رسول اللہ ﷺ جب بھی گھر والوں سے سفر کے لیے نکلتے تو دو رکعت نماز ادا کرتے، یہاں تک کہ واپس گھر والوں کے پاس لوٹ آتے)۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک مسافر کو دوران سفر روزہ کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی دی ہوئی رخصت کے باوجود تم نے خود کو مشقت اور تنگی میں مبتلا کیا ہوا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَرَأَى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ مَا هَذَا؟ فَقَالُوا صَائِمٌ، فَقَالَ لَيْسَ مِنْ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ"[۴]

(رسول اللہ ﷺ ایک سفر (غزوہ فتح) میں تھے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص پر لوگوں نے

سایہ کر رکھا ہے تو آپ نے دریافت فرمایا اس کو کیا ہوا؟ تو لوگوں نے کہا کہ یہ روزہ دار ہے تو آپؐ نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا کچھ اچھا کام نہیں ہے)۔

رسول اکرم ﷺ عبادت میں ان امور سے منع کر دیتے تھے جو لوگوں کے لیے مشقت اور دشواری کا باعث بنتے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ تَمْشِيَ إِلَى بَيْتِ اللهِ وَأَمَرَتْنِي أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَيْتُهُ. فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ"[5]

(میری بہن نے نذر مانی تھی کہ بیت اللہ تک وہ پیدل جائے گی، پھر انہوں نے مجھ سے کہا تم اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے بھی پوچھ لو، چنانچہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ پیدل چلیں اور سوار بھی ہو جائیں)۔

رسول اکرم ﷺ اپنی امت کے لیے کس قدر شفقت اور مہربانی کا معاملہ فرماتے تھے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ اصحاب رسول ﷺ نے غربت اور افلاس کی وجہ سے صدقہ کے ثواب سے محرومی کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے ان کو فرمایا اگر مال و دولت کی کمی کی وجہ سے تم صدقہ نہیں کر سکتے تو پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے، باقی امور میں بھی تمہارے لیے صدقہ کی طرح کا ثواب موجود ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَا رَسُولَ اللهِ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْأُجُورِ يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ. قَالَ أَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللهُ لَكُمْ مَا تَصَّدَّقُونَ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً ،وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً ،وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ ،وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ. قَالُوا :يَا رَسُولَ اللهِ !أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ قَالَ :أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرًا"[6]

(نبی اکرم ﷺ کے کچھ ساتھیوں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! زیادہ مال رکھنے والے اجر و ثواب لے گئے۔ وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں، اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں، اور اپنے ضرورت سے زائد مالوں سے صدقہ کرتے ہیں (جو ہم نہیں کر سکتے)، آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایسی چیز نہیں بنائی جس سے تم صدقہ کر سکو؟ بے شک ہر دفعہ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے، ہر دفعہ اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے، ہر دفعہ الحمد للہ کہنا صدقہ ہے، ہر دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے، نیکی کی تلقین کرنا صدقہ ہے اور بُرائی سے روکنا صدقہ ہے اور (بیوی سے

مباشرت کرتے ہوئے) تمھارے عضو میں صدقہ ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ ! ہم میں سے کوئی اپنی خواہش پوری کرتا ہے تو کیا اس میں بھی اجر ملتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "بتاؤ اگر وہ یہ (خواہش) حرام جگہ پوری کرتا تو کیا اسے اس گناہ ہوتا؟ اسی طرح جب وہ اسے حلال جگہ پوری کرتا ہے تو اس کے لیے اجر ہے)۔

نبی کریم ﷺ نے صدقہ و خیرات کے بارے میں مزید فرمایا:

''عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، قِيلَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَجِدْ: قَالَ يَعْتَمِلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ قَالَ قِيلَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ ؟قَالَ يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ قَالَ: قِيلَ لَهُ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ ؟قَالَ :يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ، أَوْ الْخَيْرِ قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ يُمْسِكُ عَنْ الشَّرِّ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ''[۷]

(ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے کہا گیا: آپ کا کیا خیال ہے اگر اسے (صدقہ کرنے کے لیے کوئی چیز) نہ ملے؟ فرمایا: "اپنے ہاتھوں سے کام کرکے اپنے آپ کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ (بھی) کرے۔ اس نے کہا: عرض کی گئی، آپ کیا فرماتے ہیں اگر وہ اس کی استطاعت نہ رکھے؟ فرمایا: "بے بس ضرورت مند کی مدد کرے۔ کہا، آپ سے کہا گیا: دیکھئے! اگر وہ اس کی بھی استطاعت نہ رکھے؟ فرمایا: نیکی یا بھلائی کا حکم دے۔ کہا: دیکھئے اگر وہ ایسا بھی نہ کرسکے؟ فرمایا: وہ (اپنے آپ کو) شر سے روک لے، یہ بھی صدقہ ہے)۔

جہاد فی سبیل اللہ رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ایک اہم فریضہ ہے، جس کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جنت میں صرف شہید ہی یہ خواہش کرے گا کہ اسے دنیا میں بھیج دیا جائے اور وہ بار بار اللہ کے راستے میں شہید ہو جائے۔ جہاد فی سبیل اللہ اہم فریضہ ہونے کے باوجود رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کی مشقت اور دشواری دیکھ کر اس میں آسانی اور سہولت پیدا کرتے ہوئے فرمایا:

''وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْلَا أَنْ يَشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَبَدًا، وَلَكِنْ لَا أَجِدُ سَعَةً فَأَحْمِلَهُمْ وَلَا يَجِدُونَ سَعَةً وَيَشُقُّ عَلَيْهِمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي أَغْزُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأُقْتَلُ ثُمَّ أَغْزُو فَأُقْتَلُ ثُمَّ أَغْزُو فَأُقْتَلُ'' [۸]

(اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! جو زخم بھی اللہ کی راہ میں لگایا جاتا ہے (تو زخم کھانے والا) قیامت کے دن اسی حالت میں آئے گا جس حالت میں اس کو زخم لگا تھا، اس (زخم) کا رنگ خون کا ہوگا اور خوشبو کستوری کی، اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اگر مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کسی بھی لشکر

سے مختلف رویہ اپناتے ہوئے (گھر میں) نہ بیٹھتا، لیکن میرے پاس اتنی وسعت نہیں ہوتی کہ میں سب مسلمانوں کو سواریاں مہیا کر سکوں، اور نہ ہی ان (سب) کے پاس اتنی وسعت ہوتی ہے اور یہ بات ان کو بہت شاق گزرتی ہے کہ وہ مجھ سے پیچھے رہ جائیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! مجھے یہ پسند ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں، پھر جہاد کروں، پھر قتل کر دیا جاؤں اور پھر جہاد کروں، پھر قتل کر دیا جاؤں)۔

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"أي خلفها وبعدها وفيه ما كان عليه صلى الله عليه و سلم من الشفقة على المسلمين والرأفة بهم، وأنه كان يترك بعض ما يختاره للرفق بالمسلمين، وأنه اذا تعارضت المصالح بدأ بأهمها، وفيه مراعاة الرفق بالمسلمين والسعي في زوال المكروه والمشقة عنهم" ۹

(یعنی جو اس کے پہلے جو اس کے بعد سے اور اسی میں سے ہے کہ آپ ﷺ مسلمانوں پر شفقت اور نرمی کے معاملہ کرتے اور آپ ﷺ کچھ ان منتخب چیزوں کو مسلمانوں پر نرمی کرنے کی وجہ سے چھوڑ دیتے تھے اور جب مصالح تعارض ہو جائے تو آپ ﷺ ان میں سے سب سے اہم سے ابتداء کرتے۔ اور اس میں بھی مسلمانوں پر نرمی کی رعایت ملحوظ رکھتے اور ان سے مشقت اور ناپسند چیزوں کے خاتمہ کے لیے کوشش کرتے)۔

دین اسلام میں صفائی و نظافت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ یہ مقصد مسواک کرنے سے بآسانی حاصل ہو جاتا ہے۔ صفائی اور نظافت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کے منہ سے کسی قسم کی بو نہ آتی ہو کیونکہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے مسواک کی اہمیت اور فضیلت کو یوں بیان فرمایا:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسَوَّكُوا، فَإِنَّ السِّوَاكَ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ مَا جَاءَنِي جِبْرِيلُ إِلَّا أَوْصَانِي بِالسِّوَاكِ حَتَّى لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يُفْرَضَ عَلَيَّ وَعَلَى أُمَّتِي وَلَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَفَرَضْتُهُ لَهُمْ وَإِنِّي لَأَسْتَاكُ حَتَّى لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ أُحْفِيَ مَقَادِمَ فَمِي" ۱۰

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسواک کیا کرو، اس لیے کہ مسواک منہ کو صاف کرنے والی اور پروردگار کو راضی کرنے والی ہے۔ جب بھی میرے پاس جبرائیل آئے مجھے مسواک کا کہا حتی کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ مسواک مجھ پر اور میری امت پر فرض ہو جائے گی، اور اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں مسواک کو اپنی امت پر فرض کر دیتا اور میں اتنا مسواک کرتا ہوں کہ

مجھے خطرہ ہونے لگتا ہے کہیں میرے مسوڑھے چھل نہ جائیں)

آپ ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ لوگ نماز کی ادائیگی سے قبل مسواک کو لازم ٹھہرائیں تاکہ منہ کی خوب صفائی ہو جائے اور کسی قسم کی بدبو نہ آئے، لیکن خواہش کے باوجود مسواک کو نماز کی شرط نہیں قرار دیا تاکہ مسلمانوں کے لیے یہ دشواری کا باعث نہ بن جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي أَوْ عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ''[11]

(بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر نہ میں جانتا (اس بات کو) مشقت اپنی امت پر یا لوگوں پر تو میں ضرور ان کو ہر ایک نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا)۔

۲۔ دشوار اور مشکل امور میں تدریج

تدریج سے مراد یہ ہے کہ کسی حکم کی آہستہ آہستہ تکمیل کرنا، فوراً احکام کے نفاذ کی بجائے حالات کے سازگار ہونے کا انتظار کرنا، جب حالات سازگار اور منشائے ربانی کے مطابق ہو جائیں تو اس حکم کی تکمیل کا حکم دینا۔

رسول اکرم ﷺ مسلمانوں کے لیے آسانی اور سہولت پیدا کرنے کے خواہشمند تھے آپ ﷺ کی کوشش اور خواہش یہ ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو تنگی اور حرج سے بچا جائے۔ اب یہ دیکھئے کہ جہاد اور زکوٰۃ اسلام کے اہم فریضے ہیں، ان کی ضرورت اور فضیلت کے بارے میں قرآن مجید اور احادیث میں متعدد دلائل ہیں جو ان کی اہمیت اور مقام کو واضح کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس قبیلہ ثقیف کے لوگ آئے تو انہوں آپ ﷺ کی مشروط بیعت کی کہ ہمیں زکوٰۃ اور جہاد دونوں امور سے استثناء دیا جائے تو آپ ﷺ نے ان کی شرائط کو تسلیم کرلیا۔

راوی بیان کرتے ہیں:

''سَأَلْتُ جَابِرًا عَنْ شَأْنِ ثَقِيفٍ إِذْ بَايَعَتْ قَالَ اشْتَرَطَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا صَدَقَةَ عَلَيْهَا وَلَا جِهَادَ وَأَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَقُولُ سَيَتَصَدَّقُونَ وَيُجَاهِدُونَ إِذَا أَسْلَمُوا''[12]

(میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بنی ثقیف نے جب رسول اللہ (ﷺ) سے بیعت کی تھی تو کیا شرط رکھی تھی؟ انہوں نے کہا: شرط یہ تھی کہ ہم نہ تو زکوٰۃ دیں گے اور نہ جہاد کریں گے، جابرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے سنا رسول اللہ (ﷺ) فرماتے تھے: جب وہ مسلمان ہو جائیں گے تو امید ہے وہ صدقہ بھی دیں گے اور جہاد بھی کریں گے)۔

رسول اکرم ﷺ نہ صرف خود تدریج کا اہتمام فرماتے تھے بلکہ جب آپ ﷺ اپنے اصحابؓ کو دعوت و تبلیغ کے لیے کسی علاقہ کی طرف روانہ کرتے تو انہیں بھی تدریج کو اختیار کرنے کی نصیحت فرماتے تھے تاکہ لوگ حرج

اور تنگی میں مبتلا نہ ہوں اور ان کے لیے آسانی اور سہولت کا باب کھلا رہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ" [۱۳]

(نبی (ﷺ) نے معاذ کو یمن بھیجا، اور فرمایا کہ تم انہیں یہ شہادت دینے کی دعوت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اگر وہ اس کو مان لیں تو انہیں یہ بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے لی جائے گی اور ان کے محتاجوں کو دی جائے گی)۔

نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ہر ایک مسلمان کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ اس ذمہ داری کو ادا کرنے میں بھی آپ ﷺ نے تدریج سے کام لینے کا حکم دیا ہے کہ جب منکرات کو دیکھو تو ان کے خاتمے کے لیے تدریج کا دامن نہ چھوڑو۔ رسول اکرم ﷺ نے منکرات سے منع کرنے کی جو ترتیب بیان فرمائی اسے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا:

"مَنْ رَأَى مُنْكَرًا فَاسْتَطَاعَ أَنْ يُغَيِّرَهُ بِيَدِهِ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ بِلِسَانِهِ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ" [۱۴]

(جو شخص تم میں سے برائی کو دیکھے پس اگر اس کے پاس طاقت ہو اپنے ہاتھ کے ساتھ اس برائی کو روکنے کی پس چاہیے وہ اپنے ہاتھ سے روکے، پس اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے اور اگر زبان سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اپنے دل میں اس کو برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے)۔

۳۔ امور تیسیر کا انتخاب

شرعی امور میں آسانی اور سہولت برقرار رکھنے کے لیے رسول اکرم ﷺ کا ایک اسلوب یہ تھا کہ آپ ﷺ بذات خود آسان کام کو اختیار کرتے تھے تا کہ آسانی اور رخصت کو اختیار کرنے والا لوگوں کی نظروں میں معیوب نہ ہو۔ رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ اور واجب اطاعت واتباع ہے، اسی لیے آپ ﷺ احکام کی بجا آوری میں مشکل امور کے بجائے آسان امور کو ترجیح دیتے تھے۔ آپ ﷺ کے اسی اسلوب اور طریق کو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوں بیان فرمایا ہے:

"مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ

إِثْمًا فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ"[۱۵]

(رسول اکرم ﷺ کو جب بھی دو اُمور میں اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ آسان ہی کو منتخب فرماتے بہ شرطے کہ وہ گناہ نہ ہو، اگر گناہ کا معاملہ ہو تو نبی کریم ﷺ اس سے سب سے زیادہ دور رہتے۔ اور رسول اکرم ﷺ نے کبھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا الاّ یہ کہ اللہ عز و جل کی کوئی حرمت پامال کی جاتی تو انتقام لیتے)

رسول اللہ ﷺ کی کئی ایک احادیث میں صراحت موجود ہے کہ مجبوری اور سفر کی حالت میں دو نمازوں کو جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر کوئی بغیر کسی عذر اور سفر کے بھی جمع بین الصلاتین کرنا چاہے تو وہ کر سکتا ہے۔ اس کی رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف رخصت دی بلکہ آپ ﷺ نے اس پر خود عمل کیا تاکہ مسلمان اس پر عمل کرنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

"فَجَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ قَالَ سَعِيدٌ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا حَمَلَهُ عَلَى ذَلِكَ قَالَ أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ"[۱۶]

(نبی کریم ﷺ ظہر اور عصر کو اکٹھا پڑھا اور مغرب اور عشاء کو اکٹھا پڑھا۔ سعید نے کہا میں حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا تھا۔ انہوں نے کہا آپ نے چاہا اپنی امت کو حرج (اور تنگی) میں نہ ڈالیں)۔

رسول اکرم ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ کی طرف نکلے تو آپ ﷺ اور آپ کے اصحابؓ روزہ کی حالت میں تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے اصحابؓ کی مشقت اور تنگی کو دیکھتے ہوئے عصر کے بعد پانی کا پیالہ منگوایا اور پانی پی لیا تو آپ ﷺ کی طرف دیکھ کر آپ کے اصحاب رضی اللہ عنھم میں سے چند ایک کے سوا سب نے روزہ چھوڑ دیا، آپ ﷺ کو یہ خبر ملی کہ بعض صحابہؓ نے یہ سوچ کر روزہ نہیں چھوڑا کہ جلد ہی مغرب کا وقت ہونے والا ہے تبھی روزہ افطار کریں گے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں:

"أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيمِ وَصَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ الصِّيَامُ وَإِنَّ النَّاسَ يَنْظُرُونَ فِيمَا فَعَلْتَ فَدَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَشَرِبَ وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ فَأَفْطَرَ بَعْضُهُمْ وَصَامَ بَعْضُهُمْ فَبَلَغَهُ أَنَّ نَاسًا صَامُوا فَقَالَ أُولَئِكَ الْعُصَاةُ"[۱۷]

(رسول اللہ (ﷺ) نے فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ (ﷺ) نے روزہ رکھا یہاں تک کہ کراع الغمیم کے مقام تک پہنچے، آپ (ﷺ) کے ساتھ لوگوں نے بھی

روزے رکھے، پھر آپ (ﷺ) سے کہا گیا کہ لوگوں پر روزہ بھاری ہو گیا اور وہ آپ (ﷺ) کے فعل کے منتظر ہیں، آپ (ﷺ) نے عصر کے بعد پانی کا پیالہ منگوایا اور پی لیا، لوگ رسول اللہ (ﷺ) کو دیکھ رہے تھے پس بعض نے روزہ افطار کر لیا اور بعض نے افطار نہ کیا؛ جب یہ خبر رسول اللہ (ﷺ) کو پہنچی کہ کچھ لوگوں نے پھر بھی روزہ نہیں توڑا تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: یہ لوگ نافرمان ہیں)۔

۴۔ حالات و مصالح کا لحاظ

شرعی امور کا حکم دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ حالات و مصالح کا لحاظ رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے بعض کام مصالحت کی بنا پر نہیں کیے۔ فتح کے بعد جب آپ نے کعبۃ اللہ کو تعمیر کیا تو آپ کی یہ خواہش تھی کہ کعبہ کی تعمیر اسی بنیاد پر ہو جہاں ابراھیم علیہ السلام نے کی تھی لیکن آپ ﷺ کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس عمل سے لوگوں کے دلوں میں بدگمانی پیدا ہو جائے، اس لیے آپ ﷺ نے اپنی خواہش کو ترک کر دیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْجَدْرِ أَمِنْ الْبَيْتِ هُوَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَلِمَ لَمْ يُدْخِلُوهُ فِي الْبَيْتِ قَالَ إِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمْ النَّفَقَةُ قُلْتُ فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا قَالَ فَعَلَ ذَلِكِ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوا مَنْ شَاءُوا وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاءُوا وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ لَنَظَرْتُ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ وَأَنْ أُلْزِقَ بَابَهُ بِالْأَرْضِ" [18]

(میں نے رسول اللہ (ﷺ) سے حطیم کی دیوار کے بارے میں پوچھا کہ کیا وہ بیت اللہ میں شامل ہے یا نہیں؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ ہاں۔ میں نے عرض کیا کہ پھر اسے بیت اللہ میں داخل کیوں نہیں کیا؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: تمہاری قوم کے لوگوں کے پاس اس کا خرچہ کم ہو گیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا دروازہ بلند کیوں ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ تمہاری قوم کے لوگوں نے اس طرح کیا ہے تاکہ جسے چاہیں داخل کریں اور جسے چاہیں روک دیں اور اگر تمہاری قوم کے لوگوں نے نیا نیا کفر نہ چھوڑا ہوتا اور مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ یہ انہیں ناگوار لگے گا تو میں حطیم کی دیواروں کو بیت اللہ میں داخل کر دیتا اور اس کے دروازے کو زمین کے ساتھ ملا دیتا)۔

رسول اکرم ﷺ کعبۃ اللہ کے دروازے کو بھی درست کرنا چاہتے تھے لیکن آپ ﷺ نے اس لیے درست نہ فرمایا کیونکہ ابھی لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہونے کا خدشہ تھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"فَقُلْتُ فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا لَا يُصْعَدُ إِلَيْهِ إِلَّا بِسُلَّمٍ وَقَالَ مَخَافَةَ أَنْ تَنْفِرَ قُلُوبُهُمْ" [19]

(میں نے رسول اللہ (ﷺ) سے کہا بیت اللہ کا دروازہ اتنا بلند کیوں ہے کہ سوائے سیڑھی کے اس کی طرف نہیں چڑھا جا سکتا، فرمایا کہ ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہونے کا ڈر ہے)۔

یعنی آپ ﷺ نے باوجود خواہش کے ایک مستحب کام اس لیے نہ کیا کہ اس کی وجہ سے کہ لوگوں میں بدگمانی پیدا ہو گی اور اس کو قبول کرنے میں ان کو دقت ہو گی۔

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے منافقوں کی شرارتوں اور سازشوں کے باوجود ان کو بے نقاب نہ کیا۔ اس میں مصلحت اور حکمت یہ تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ محمد ﷺ خود اپنے ساتھیوں سے ہی لڑائی کرنا شروع ہو گئے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"كُنَّا فِي غَزَاةٍ فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ يَا لَلْأَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِينَ فَسَمَّعَهَا اللَّهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا هَذَا فَقَالُوا كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ يَا لَلْأَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِينَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ قَالَ جَابِرٌ وَكَانَتْ الْأَنْصَارُ حِينَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ ثُمَّ كَثُرَ الْمُهَاجِرُونَ بَعْدُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ أَوَقَدْ فَعَلُوا وَاللَّهِ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَعْنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ" [20]

(ہم ایک جنگ میں تھے) ایک مہاجر نے کسی انصاری کو مارا۔ انصاری نے (مدد کے لیے) پکار کر کہا کہ اے جماعت انصار! اور مہاجر نے بھی پکار کر کہا: اے جماعت مہاجرین! تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ (ﷺ) کو یہ سنا دیا آپ نے فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے بتایا کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کو مارا تو انصاری نے مدد کے لیے پکارا کہ اے جماعت انصار! اور مہاجر نے بھی مدد کے لیے پکارا کہ اے جماعت مہاجرین! تو آنحضرت (ﷺ) نے فرمایا کہ اس قسم کی پکار چھوڑ دو، یہ برا کلمہ ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب آنحضرت (ﷺ) مدینہ میں تشریف لائے تھے

تو اس وقت انصار کی تعداد زیادہ تھی پھر اس کے بعد مہاجرین کی تعداد زیادہ ہو گئی۔ عبداللہ بن ابی نے کہا کہ ان مہاجروں نے ایسا کیا ہے؛ اللہ کی قسم! اگر اب ہم مدینہ کی طرف دوبارہ لوٹ کر گئے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دے گا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں، نبی (ﷺ) نے فرمایا، اس کو چھوڑ دو کہیں لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں)۔

رسول اکرم ﷺ نماز کو لمبا کرنے کی خواہش کے باوجود آپ لوگوں کے حالات یا مجبوری کی وجہ سے نماز کو مختصر کر دیتے تھے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنِّي لَأَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ" [21]

(میں جب کسی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اس نماز کو لمبا کروں پس جب میں کسی بچے کی رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں اپنی نماز مختصر کر دیتا ہوں۔ اس تنگی کو ناپسند کرتے ہوئے جو اس کی ماں پر ہوتی ہے)۔

آپ ﷺ حالات و مصالح کی بنا پر بہت سے مستحب کام چھوڑ دیے تھے۔

۵۔ اکثریت کی خواہش کی رعایت

رسول اکرم ﷺ نے عبادات میں ان باتوں کو شامل کیا جن کو اکثر لوگ پسند کرتے ہیں اور آپ ﷺ نے ان کاموں کو ترک کر دیا جن کاموں کو لوگوں کی طبع پسند نہیں کرتی۔ آپ ﷺ لوگوں کا خیال فرماتے تھے کہ عبادات کی وجہ سے دل میں تنگی نہ پیدا ہو، جہاں کہیں آپ ﷺ کو یہ خطرہ ہوا کہ لوگوں کے ہاں یہ بات پسندیدہ نہیں ہے آپ ﷺ اس کو چھوڑنے کا حکم دے دیتے تھے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنھم کی دعوت و تبلیغ کے میدان میں راہنمائی اور تربیت فرماتے ہوئے اکثریت کا لحاظ اور خیال رکھنے کی نصیحت فرمائی۔ آپ نے اصحابؓ کو بغیر وقفہ سے دعوت و تبلیغ کی منع کر دیا تھا کیونکہ مسلسل وعظ و نصیحت سے لوگ اکتاہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کی نصیحت کا اثر صحابہ کرامؓ پر اس قدر ہوا کہ وہ لوگوں کے اشتیاق اور خواہش کے باوجود ہر وقت لوگوں کو واعظ و نصیحت نہیں کرتے تھے کہ کہیں لوگ اکتا نہ جائیں۔ شیخ شفیع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

"كُنَّا نَنْتَظِرُ عَبْدَ اللَّهِ إِذْ جَاءَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ فَقُلْنَا أَلَا تَجْلِسُ قَالَ لَا وَلَكِنْ أَدْخُلُ فَأُخْرِجُ إِلَيْكُمْ صَاحِبَكُمْ وَإِلَّا جِئْتُ أَنَا فَجَلَسْتُ فَخَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِهِ فَقَامَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَمَا إِنِّي أُخْبَرُ بِمَكَانِكُمْ وَلَكِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ أَنَّ

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ كَرَاهِيَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا" [۲۲]

(ہم لوگ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے یزید بن معاویہ آئے؛ ہم نے کہا کیا تم نہیں بیٹھو گے؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ میں اندر جاتا ہوں اور تمہارے پاس تمہارے ساتھی کو لے کر آتا ہوں، ورنہ میں آؤں گا اور بیٹھ جاؤں گا، چنانچہ عبداللہ بن مسعود نکلے اور وہ یزید بن معاویہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ وہ ہم لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں یہاں تم لوگوں کی موجودگی سے باخبر تھا لیکن مجھے جس چیز نے باہر نکلنے سے روکا وہ صرف یہ خیال تھا کہ نبی (ﷺ) وعظ کہنے میں اس بات کا لحاظ رکھتے تھے کہ کہیں ہمارے اکتانے کا سبب نہ ہو جائے)۔

عبادات کی ادائیگی میں بھی رسول اکرم ﷺ اکثریت کا لحاظ فرماتے تھے اور اپنے اصحابؓ کو بھی اس کا حکم دیتے کہ عبادات کی ادائیگی میں اکثریت کا خیال رکھیں تاکہ ادائیگی عبادت لوگوں کے لیے بوجھ نہ بن جائے۔ اس لیے اجتماعی عبادات میں آپ ﷺ نے ہمیشہ تخفیف اور سہولت سے کام لینے کا حکم دیا اور خود بھی اس کا اہتمام فرمایا۔

آپ ﷺ سے ایک آدمی نے شکایت کی وہ اپنے امام کی نماز میں طوالت کی وجہ سے تاخیر سے نماز ادا کرتا ہے تو آپ ﷺ امام کے اس عمل پر انتہائی غضب ناک ہوئے کہ اسے اپنے مقتدیوں کی ضروریات اور مجبوریوں کا خیال کیوں نہیں ہے۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ" [۲۳]

(ایک شخص نے کہا کہ رسول اللہ (ﷺ) اللہ کی قسم میں صبح کی نماز سے صرف فلاں شخص کے باعث رہ جاتا ہوں کیونکہ وہ نماز میں طول دیتا ہے؛ پس میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو کبھی نصیحت کے وقت اس دن سے زیادہ غضبناک نہیں دیکھا، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں کچھ لوگ آدمیوں کو عبادت سے نفرت دلاتے ہیں، لہذا جو شخص تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھائے سو، اس کو ہلکی نماز پڑھانا چاہیے کیونکہ مقتدیوں میں ضعیف اور بوڑھے اور صاحب حاجت سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں)۔

کسی امام کے لیے یہ اجازت نہیں کہ اجتماعی عبادات کی ادائیگی میں وہ اپنے مقتدیوں کا خیال رکھے بغیر امامت کے فرائض سرانجام دے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ مِنْهُمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْكَبِيرَ وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ" [۲۴]

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کیونکہ جماعت میں ضعیف بیمار اور بوڑھے ہوتے ہیں لیکن اکیلا پڑھے تو جس قدر جی چاہے طول دے سکتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ لوگوں کی پسند اور تکلیف کا عبادات میں اتنا خیال فرمایا کرتے تھے کہ ان کی تنگی اور تکلیف کو دیکھ کر اپنی خواہش کو ترک کر دیتے اور لوگوں کے لیے آسانی اور سہولت پیدا فرما دیتے۔ حضرت عبداللہ بن ابو قتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" إِنِّي لَأَقُومُ فِي الصَّلَاةِ أُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ" [۲۵]

(میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں میرا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز لمبی کروں لیکن کسی بچے رونے کی آواز سن کر نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ مجھے اس کی ماں کو تکلیف دینا برا معلوم ہوتا ہے)۔

آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو بھی یہی نصیحت فرمائی تھی، امامت کراتے وقت نماز کو اختصار سے ادا کیا کریں۔ جماعت میں چونکہ مختلف افراد شامل ہوتے ہیں اور ان کی ضروریات اور مصروفیات کا عام طور پر ان کے علاوہ کسی کو علم نہیں ہوتا اس لیے آپ نے باجماعت نماز کو مختصر ادا کرنے حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالتَّخْفِيفِ وَيَؤُمُّنَا بِالصَّافَّاتِ" [۲۶]

(رسول اللہ ﷺ نماز ہلکی پڑھانے کا حکم دیتے تھے اور سورہ صافات کے ساتھ ہماری امامت فرماتے)۔

مسجد میں بدبودار چیزیں کھا کے آنے کی ممانعت بھی اجتماعیت کی وجہ سے فرمائی تھی، خوشبو کو لوگ پسند کرتے ہیں تو اس لیے آپ ﷺ نے مسجد میں آنے کے لیے یا جہاں لوگ جمع ہوں وہاں جانے کے لیے خوشبو استعمال کرنے کو پسند فرمایا۔ اسی طرح دیگر عبادات روزہ، زکوٰۃ اور حج میں آپ ﷺ نے اکثریت کی چاہت اور پسند کا لحاظ فرمایا تھا۔

۶۔ رسم و رواج کی پاسداری

رسم و رواج وہ طریقے اور عادتیں ہوتیں ہیں جو لوگوں یا قوموں میں رائج ہو جاتی ہیں۔ دینی امور میں آسانی اور سہولت کا ایک اسلوب رسول اکرم ﷺ نے یہ بھی اختیار فرمایا تھا کہ آپ جس معاشرے میں مبعوث ہوئے تھے احکام صادر کرتے ہوئے وہاں کے رسم و رواج کو بھی مد نظر رکھتے تھے۔ آپ نے عربوں کے ان تمام رسم و رواج کو جاری رکھا جو شریعت اسلامیہ کی تعلیمات سے متصادم نہیں تھے۔ رسول اکرم ﷺ رسم و رواج کا جو خیال فرماتے تھے اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ میں گئے تو وہاں لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے کچھ دن اپنے لیے خوشی کے مخصوص کیے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ ان دنوں کی

تمہارے ہاں کیا اہمیت اور وقعت ہے تو انہوں نے جواباً کہا کہ زمانہ جاہلیت میں ہم ان دنوں میں کھیلتے کودتے اور جشن مناتے تھے۔ انسانی فطرت اس بات کی متقاضی ہے کہ خوشی و مسرت کے کچھ مواقع ہونے چاہیے جن میں شان و شوکت کا مظاہرہ کیا جائے اور ایسے دلی جذبہ سے خوشی منائی جائے کہ طبع خوش ہو جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے رسوم و رواج کو دیکھتے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دو دن مسرت و شادمانی کے لیے دیے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كَانَ لِأَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ يَوْمَانِ فِي كُلِّ سَنَةٍ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ قَالَ كَانَ لَكُمْ يَوْمَانِ تَلْعَبُونَ فِيهِمَا وَقَدْ أَبْدَلَكُمُ اللَّهُ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْأَضْحَى" [27]

(دور جاہلیت کے لوگوں کے لیے سال میں دو دن تھے جن میں وہ کھیلتے کودتے تھے، جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا "تمہارے لیے دو دن تھے جن میں تم کھیلا کودا کرتے تھے اب اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے بجائے دو اچھے دن دے دیے ہیں ایک عید الفطر کا دن اور ایک عید الاضحیٰ کا دن)۔

اہل مدینہ خوشی اور مسرت کے مواقع پر قابل فخر باتوں سے ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے اور قابل فخر اور شجاعت و بہادری کی باتوں کو اشعار میں پڑھتے تھے۔ انہی رسوم اور عادات کی بنا پر ایک موقع پر دو لڑکیوں نے اشعار وغیرہ پڑھنے شروع کر دیے تو ان کو ایام عید کی وجہ سے منع نہیں فرمایا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں:

"أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامِ مِنًى تُغَنِّيَانِ وَتُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ فَانْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ أَيَّامُ مِنًى" [28]

(حضرت ابو بکرؓ، عائشہؓ کے پاس آئے اور ان کے پاس ایام منیٰ میں دو لڑکیاں تھیں جو دف بجا کر گا رہی تھیں اور نبی (ﷺ) اپنے بدن پر کپڑا اڑھانپے ہوئے تھے، تو ابو بکر نے ان دونوں کو ڈانٹا۔ نبی (ﷺ) نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا کہ اے ابو بکرؓ! ان دونوں کو چھوڑ دو اس لیے کہ یہ عید کے دن ہیں اور یہ دن منیٰ کے ہیں)۔

کھیل کود کا تعلق بھی چونکہ رسوم و رواج کے ساتھ ہے آپ ﷺ نے رسوم و رواج کا لحاظ رکھتے ہوئے کھیل کود کو بھی ناپسند نہیں کیا بلکہ اس کی اجازت دی تا کہ انسان اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر سکے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ

يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمْ أَمْنًا بَنِي أَرْفِدَةَ يَعْنِي مِنْ الْأَمْنِ" [29]

(میں نبی اکرم ﷺ کے پیچھے چھپ کر حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھی اور وہ مسجد میں (جنگی کھیل) کھیل رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے انہیں ڈانٹا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: توان کو پر امن چھوڑ دے (یعنی کھیلنے دے))

عربوں میں اشعار پڑھنے اور گانے کا رواج تھا، عام طور عرب لوگ کسی کی مدح یا بہادری وغیرہ کی شاعری کرتے اور گاتے تھے۔ آپ ﷺ نے اہم مواقع پر اچھے اشعار کو پڑھنا ناپسند نہیں فرمایا، چونکہ یہ عرب کا رواج تھا آپ ﷺ نے اس کا لحاظ رکھا تاکہ لوگ اس سے لطف اندوز ہو سکیں۔

حاصل بحث

اسلام ایک آفاقی و بین الاقوامی دین ہے۔ اسلام کے احکام میں ایسی لچک ہے جو انہیں ہر زمانہ اور ہر وقت میں ہر ایک کے لیے قابل عمل بناتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی انسان کو زندگی دی ہے تو اسے زندگی گزارنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین اور رسول اللہ ﷺ کی تعبیر و تشریح ہی حقوق انسانی کا بہترین مصدر ہیں۔ انسان کے بنائے ہوئے قوانین میں خامی رہتی ہے، کیوں کہ انسانوں کے مزاج ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے ایک انسان کا وضع کردہ قانون دوسرے انسان کے مزاج سے متصادم ہو سکتا ہے، وہ اسے توڑنے کی کوشش کرے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے قانون میں کوئی خامی و نقصان کی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا ہر انسان جو سلیم الفطرت اور عقل مند ہو، وہ اسے بخوشی قبول کرے گا۔ رسول اکرم ﷺ نے جو مختلف طرق سے اپنی امت کے لیے تیسیر، سہولت اور آسانی پیدا فرمائی ہے، اس کا مقصد یہ تھا کہ احکام دین پر عمل پیرا ہونے میں کسی کے لیے مشقت اور تکلیف نہ ہو۔ آپ ﷺ احکام الٰہی کی تعبیر و تشریح کرتے ہوئے نہ صرف لوگوں کے احوال، مساکن اور استطاعت کا خیال فرماتے تھے بلکہ لوگوں کی ضروریات و حاجیات کے ساتھ ساتھ ان کی پسند اور ناپسند کا بھی لحاظ رکھتے تھے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کے ساتھ جو رحم دلی، شفقت اور محبت کا مظاہرہ کیا ہے اس کی حکمت اور مصلحت یہ تھی کہ شریعت اسلامیہ کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کی ضروریات و حاجیات کو پورا کیا جائے۔ امام شاطبیؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أن وضع الشرائع إنما هو لمصالح العباد في العاجل والآجل معا" [30]

(شریعت بنائی ہی اس مقصد کے لیے گئی ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں بندوں کے مقاصد کو پورا کرے)۔

شیخ عزالدین بن عبد السلام رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"والشريعة كلها مصالح إما تدرأ مفاسد أو تجلب مصالح" [31]

(شریعت پوری کی پوری مصالح پر مبنی ہے خواہ مفاسد کو دور کر کے ہو یا منفعت کو حاصل کر کے)۔

رسول اللہ ﷺ کے اسالیبِ تیسیر کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے شریعت اسلامیہ کی تعبیر و تشریح میں مسلمانوں کے حالات، مصالح، رسم و رواج اور مساکن کو مد نظر رکھا ہے تاکہ مسلمانوں کے لیے مشکلات اور پریشانیوں میں آسانی اور سہولت کا باب کھلا رہے اور اسلام کی دی ہوئی رخصتوں اور تخفیفات سے بھر پور فائدہ اٹھا سکیں۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ ابن قیم، محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین عن رب العالمین ، دار الکتب العلمیہ ، بیروت ، ۱۹۹۱ء،۳/ ۱۱۔ ۱۲

۲۔ البخاری،محمد بن اسماعیل ،ابوعبد اللہ ،الجامع الصحیح ، کتاب التقصیر الصلاۃ، باب اذا لم یطلق قاعداً صلی علی جنب ،رقم الحدیث: ۱۱۱۷، دار طوق النجاۃ،۱۴۲۲ھ۔

۳۔ طبرانی ، سلیمان بن احمد ، ابو القاسم ، المعجم اللطبرانی ، باب العین ، رقم الحدیث: ۱۲۷۱۲، مکتبہ ابن تیمیہ ، القاہرہ ، ۱۹۹٤ء۔

٤۔ البخاری،الجامع الصحیح ، کتاب الصوم فی السفر ، باب قول النبی ﷺلمن ظلہ علیہ واشتد الحر لیس من البر الصوم فی السفر ،رقم الحدیث: ۱۹٤٦

٥۔ ایضاً، کتاب جزاء الصید ، باب من نذر المشی الی الکعبۃ ،رقم الحدیث: ۱۸٦٦

٦۔ مسلم ،القشیری ،امام مسلم بن الحجاج ،صحیح مسلم ،کتاب الزکات ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف ،رقم الحدیث: ٥٣،دار احیاء التراث العربی ،بیروت۔

۷۔ ایضاً ،کتاب الزکات ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف ،رقم الحدیث : ٥٥

۸۔ ایضاً، کتاب الامارۃ ، باب فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ ،رقم الحدیث : ۱۰۳

۹۔ نووی، یحیی بن شرف ، ابو زکریا ،المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج،دار إحیاء التراث العربی ۔ بیروت،۱۳۹۲ھ، ۱۳/ ۲۲

۱۰۔ ابن ماجہ ،محمد بن یزید،ابوعبداللہ ، سنن ابن ماجہ ، کتاب الطہارۃ و سننتھا، باب السواک ،رقم الحدیث : ۲۸۹، دار احیاء، الکتب العربیہ

۱۱۔ الجامع الصحیح ، کتاب الجمعہ ، باب السواک یوم الجمعۃ ،رقم الحدیث : ۸۸۷

۱۲۔ ابو داؤد،امام سلیمان بن اشعث السجستانی،ابوداود،سنن ابی داؤد ، کتاب الخراج والامارۃ والفئی، باب ماجاء فی خبر الطائف ، رقم الحدیث : ۳۰۲٥،المکتبہ العصریۃ صیدا۔بیروت

۱۳۔ البخاری، الجامع الصحیح ، کتاب الزکوٰۃ ،باب وجوب الزکاۃ ،رقم الحدیث : ۱۳۹٥

۱٤۔ سنن ابن ماجہ ، کتاب الفتن ، باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر ،رقم الحدیث : ٤۰۱۳

۱٥۔ مسلم،صحیح مسلم ،کتاب الفضائل ،باب مساعدتہ ﷺللآثام واختیارہ من المباح،رقم الحدیث : ۲۳۲۷

۱٦۔ مسلم، صحیح مسلم ، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب الجمع بین صلاتین فی الحضر ،رقم الحدیث : ۷۰٥

۱۷۔ الترمذی، محمد بن عیسی ،أبو عیسی،جامع الترمذی ، ابواب الصوم ، باب ما جاء فی کراھیۃ فی السفر،رقم الحدیث: ۷۱۰،شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی - مصر، ۱۹۷٥ء

۱۸۔ مسلم،صحیح مسلم ، کتاب الحج ، باب جدار الکعبۃ و بابھا،رقم الحدیث : ٤۰٥

۱۹۔ ایضاً، کتاب الحج ، باب جدار الکعبۃ و بابھا، رقم الحدیث : ٤۰٦

۲۰۔ البخاری،الجامع الصحیح ، کتاب تفسیر القرآن ، باب قولہ :یقولون لئن رجعنا الی المدینة ،رقم الحدیث : ٤٩٠٧

۲۱۔ ایضاً ، کتاب الاذان ، باب من اخو الصلوة عند بکاء الصبی ،رقم الحدیث : ۷۰۷

۲۲۔ ایضاً، کتاب الدعوات ،باب الموعظۃ ساعۃ بعد ساعۃ ،رقم الحدیث: ٦٤١١

۲۳۔ ایضاً، کتاب الاذان ،باب تخفیف الامام فی القیام و اتمام الرکوع والسجود ،رقم الحدیث ، ۷۰۲

۲٤۔ ایضاً،کتاب الاذان ، باب اذا صلی لنفسہ ، فلیطول ماشاء،رقم الحدیث :۷۰۳

۲۵۔ ایضاً، کتاب الاذان ،باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس ،رقم الحدیث٨٦٨

۲٦۔ نسائی ،احمد بن شعیب بن علی ،ابو عبد الرحمٰن ،سنن النسائی ، کتاب الامامۃ ، باب الرخصۃ للامام فی التطویل ، رقم الحدیث : ۸۲۷،مکتب المطبوعات الاسلامیہ۔حلب،۱۹۸٦ء

۲۷۔ ایضاً، کتاب صلاۃ العیدین ، رقم الحدیث: ۱۵۵۷

۲۸۔ البخاری،الجامع الصحیح ، کتاب المناقب ، باب قصۃ الحبش النبی ﷺ یابنی ارغدة ، رقم الحدیث : ۳۵۲۹

۲۹۔ الجامع الصحیح ،الجمعۃ ،بَاب إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَكَذَلِكَ النِّسَاءُ وَمَنْ كَانَ فِي الْبُيُوتِ وَالْقُرَى، رقم الحدیث : ۹۸۸

۳۰۔ شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، ابو اسحاق ، الموافقات، دار ابن عفان للنشر والتوزیع ،المملکہ العربیہ السعودیہ ،۱٤۱۷ھ ، ۲/ ۹

۳۱۔ عز الدین بن عبدالسلام ، ابومحمد ، قواعد الاحکام فی مصالح الانام،مکتبہ الکلیات الازہریہ ،القاہرۃ ،۱/ ۱۱